

یورپ کی ترقی کی بنیاد اسلام ہے؛ ایک تحقیقی جائزہ

Islam is behind the development of Europe, A research review

Miss.Sadaf Naz (M.Phil)*(D.M) in GGMS Kundbattal Abbottabad**Email: sadafnaz78394@gmail.com**ORCID: <https://orcid.org/0009-0003-6734-5273>***Mr.Anees Ahmad (M.Phil)***Lecturer in University of Education Attock Campus**Email: aneesriaz43@gmail.com**ORCID: <https://orcid.org/0009-0003-7452-6443>***Dr.Zia Ullah Khan Jadoon***(A.T) in Govt. Higher Secondary School Bam Khail Sawabi**Email: Ziajadoon313@gmail.com***Abstract**

Today, the whole world is occupied by the people of the West. Behind the development of the West is something which, if we want to describe in one word, we can describe as "knowledge". Therefore, behind the knowledge, science, technology, and progress that Europe is making today, there is a glorious past of the Muslims, which very few of the Muslims themselves know about. The brilliance of science that is seen in Europe today and that it is covering the world thanks to science was also founded by Muslims. In various fields of science, the Muslims of Andalusia have made achievements that have been a beacon for European scientists. Geographical books written by Muslims have been translated from Arabic into Latin, German, French, Italian and English languages. Translators were included. These translations are still lying in various universities in France, Italy, and other European countries. Seeing these achievements of Muslims, European scientists made great progress in modern science and technology. Therefore, it would be fair to say that the experts of modern science are indeed Europeans, but its real founders are Andalusian Muslims. Therefore, behind the development that Europe is aware of today is the golden age of Muslims, which included all fields of knowledge, history, geography, politics, society, literature, language, culture, military, and science. By learning from the Muslims, the Europeans dared to advance and progress. But today's uninformed Muslim does not know that the foundation of modern science was laid by his forefathers but unfortunately it was adopted by non-Muslims and reached its peak. While the Muslim forgot his past and gave all the credit to the Western scientists who got this knowledge from their ancestors.

Keywords: The basis of Europe's development is owed to Muslim scientists

تعارف

آج دنیا پر اہل مغرب کا قبضہ ہے۔ مغرب کی اس ترقی کے پیچھے ایک چیز کارفرما ہے جس کو ہم اگر ایک لفظ میں بیان کرنا چاہیں تو "علم" سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ پوری دنیا پر انفرادی طور پر کئی اشخاص نے حکومت کی ہے تاہم من حیث القوم دو قوموں نے دنیا پر ایک لمبی مدت تک حکومت کی ہے۔ ان میں سب سے پہلی قوم عرب کی ہے جس نے صدیوں تک تین براعظموں پر راج کیا اور دوسری قوم اس کے بعد دنیا پر مضبوط راج قائم کرنے والی انگریز کی ہے جس نے عرب کی اقتداء میں کئی ملکوں کو اپنے زیر کر لیا تھا۔ ان دونوں اقوام کی ترقی کے پیچھے محض ایک چیز کارفرما تھی جس کو علم سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس علم کے اصل بانی اور شائع کرنے والے مسلمان ہی ہیں۔ جنہوں نے یورپ پر اس وقت قبضہ کر لیا تھا جس وقت اہل یورپ تاریکی کے جنگل میں منجمد کھڑے تھے۔ پھر وہاں مسلمانوں نے علم کے دیپ چاروں اطراف جلا کر انجلا کر کے رکھ دیا اور ان روشنیوں سے اہل یورپ نے بھی روشنی لیکر آگے چلنے کی سوجھی۔ مسلمانوں نے سخا و عطا کا مظاہرہ کر کے اہل یورپ کو جہالت کی تاریکیوں سے باہر نکالنے میں پوری مدد کی۔ اور پھر وہی یورپین اپنے ان محسنوں کو کچلنے میں لگ گئے اور خود کو بے مثال کہلانے لگے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آج پوری دنیا پر ان کا راج چلتا ہے۔ بلا واسطہ یا بالواسطہ ان ہی کا حکم چلتا ہے۔ وہ جو چاہے، کر سکتے ہیں۔ وہ جہاں چاہے، جیسا چاہے، جا کر سب کچھ کرنے کے "مجاز" ہیں۔ ان کا ہر فیصلہ اٹل ہوتا ہے اور ان کی تحقیق معتبر سمجھی جاتی ہے مگر ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس ترقی کی بنیاد ان مسلمانوں نے رکھی ہے جن کو آج وہ مختلف ناموں سے بلا رہے ہیں۔ لہذا آج یورپ جس علم، سائنس، ٹیکنالوجی اور ترقی پر نازاں ہے اس کے پیچھے مسلمانوں کا وہ شاندار ماضی ہے جس کے بارے میں خود مسلمانوں میں بہت کم لوگوں کو علم ہے۔

اسپین میں اسلام کی آمد

جنوب مغربی یورپ کے آخری سرے کا وہ جزیرہ نمالک اسپین (Spain) جسے عرب الاندلسیہ یا ہسپانیہ کہتے ہیں اور جو 711ء تا 1492ء تک مسلمانوں کے زیر تسلط رہا۔ اس ملک میں مسلمان اس وقت داخل ہوئے جب اسلام کا سورج خوب روشن تھا اور جس سے پوری کائنات مستفید ہو رہی تھی۔ ایسے میں اس سورج کی کرنیں جب اسپین پہنچ گئیں تو وہاں پر مکمل اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ان ہی روشنیوں کی بدولت انہوں نے اپنی زندگیوں کے ساتھ اپنی تہذیبوں کو بھی جلا بخشا۔ ایسا نہیں تھا کہ اسلام سے قبل یہاں کوئی مذہب سرے سے پہنچا ہی نہیں تھا، بلکہ یہاں پر اس سے قبل مسیحیت اور یہودیت دونوں سامی مذاہب پہنچ چکے تھے، لیکن چونکہ یہ ان کا دور تاریکی (Dark Age) تھا اس لیے ان کی وہاں رسد کوئی کارگر ثابت نہ ہوئی تھی، بلکہ اس وقت دونوں مذاہب کے لوگوں کے اعمال بالکل ہی

انسانیت کے روادار نہیں تھے۔ اس لیے اگر مذہبی حوالے سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کے دخول یعنی 711ء سے قبل اندلس میں تین مذاہب بت پرستی، عیسائیت اور یہودیت پائے جاتے تھے۔ ان تینوں میں عیسائیت کو غلبہ حاصل تھا کیونکہ یہاں کے حکمران خاندان گاتھ نے چوتھی صدی عیسوی میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس سے پیشتر یہ لوگ بت پرست تھے¹۔ چوتھی صدی عیسوی میں جب بائبل کا ترجمہ گاتھک زبان میں کیا گیا تب سے اس قوم کی میلان اور رغبت مسیحیت کی طرف ہونے لگی اور بہت تھوڑے عرصہ میں انہوں نے عیسائیت قبول کر لی تھی، یعنی 377ء میں پہلی بار یہ لوگ مسیحیت سے روشناس ہوئے² اور چوتھی صدی عیسوی کے ختم ہونے سے قبل یہ پوری قوم مسیحی بن گئی تھی اور ان میں سے جو رہ گئے تھے انہوں نے 496ء میں آئی کلووس کے عیسائی بننے پر عیسائیت قبول کر لی³۔ جہاں تک یہودیوں کا تعلق ہے تو یہ لوگ دیگر خطوں کی طرح اسپین میں بھی محکوم و مغلوب قوم کی حیثیت سے رہ رہے تھے۔ گو تھوں نے ان پر بہت سختی روار کھی تھی، انہیں نہ صرف شہری حقوق سے محروم کیا گیا تھا بلکہ اندلس میں توطن کا حق بھی چھین لیا گیا تھا۔ چنانچہ نئے بادشاہ کو یہ اختیار حاصل ہوتا تھا کہ وہ جس طرح چاہے، یہودیوں سے پیش آئے۔ نتیجتاً یہودی مارے جاتے اور جلاوطن کیے جاتے، جلائے جاتے، غلام بنائے جاتے اور جو بچ جاتے انہیں مزارعت پر مجبور کیا جاتا تھا اور ان پر یہ پابندی بھی لاگو تھی کہ وہ کسی بھی مسیحی کے ساتھ کسی قسم کی کوئی سختی روار کھ سکے اور نہ ہی کوئی مسیحی شخص سے معاملات میں گڑبڑ کریں⁴۔ یہودیوں نے مزاحمت کا رویہ اختیار کرنے کے بجائے حالات کے ساتھ مفاہمتی عمل کو ترجیح دی۔ انہوں نے اس حالت سے نکالنے کی ایک ترکیب سوچھی اور اپنی تاریخی چلبازی سے کام لے کر حکومت کے اعلیٰ عہدہ داروں کو رشوت دے کر ان قوانین سے خود کو آزاد کرادیا⁵۔

یورپ کی حالت

اندلس کی سرزمین پر مسیحیت کے نام لیوا حکمرانوں نے اس قدر ظلم روار کھا تھا کہ خود مسیحی عوام تو لامحالہ، خواص بھی ان کی بربریت سے نالاں تھے یہی وجہ تھی کہ سبتہ کے گورنر نواب جولین (یلیان) نے گاتھ خاندان کے راڈرک کے ظلم و ستم سے تنگ آکر شمالی افریقہ کے فوجی مہمات کے قائد موسیٰ بن نصیر کو حملہ کرنے کی دعوت دی اور یقین دہانی کرائی کہ وہ ہر ممکن مدد بھی کرے گا، لیکن خدا را! انہیں ڈھائے گئے اس ظلم سے بچایا جائے۔ نواب کے اس دعوت پر اسلامی فوجوں نے اسپین پر حملہ کیا۔ اندلس کے لیوسینا شہر کے یہودی آبادی نے خود شہر کے دروازے مسلمانوں کے لیے کھول دیئے⁶۔ مشہور مؤرخ فلپ حتی نے بھی یہودیوں کے اوپر مسیحی مظالم کا رونا رویا ہے کہ انہیں سر کے بالوں سے پکڑ کر پتسمہ کے تالاب میں غوطے دیئے جاتے تھے اور جب بھی مسیحی حکمران چاہتے، یہودی املاک کو بحق سرکار ضبط کر لیتے تھے⁷۔ مسلمانوں نے نہ صرف مقامات فتح کر لیے تھے بلکہ اندلس کے لوگوں کے

دلوں کو بھی فتح کر لیا تھا۔ مسلمانوں کے اخلاق و کردار نے انہیں ایسا مطیع بنا دیا تھا کہ انہوں نے اپنی جانیں تک مسلمانوں کو وقف کر دی تھیں۔ مسلمانوں نے ان کے ساتھ بہت نرمی کا برتاؤ دکھایا اور مساوات، عدل، اخوت اور اخلاق حسنہ سے ان لوگوں کو اپنا گرویدہ بنایا۔ اسلام قبول کرنے میں انہیں اپنی روحانی، اخلاقی اور معاشرتی ترقی نظر آرہی تھی۔ بہت سے امراء و شرفاء بھی اس لیے اسلام میں داخل ہونے لگے کہ ان کے ساتھ بھی سابقہ حکمرانوں کی طرح ظلم کا سارویہ روا نہیں رکھا گیا بلکہ عام لوگوں کی طرح انہیں بھی آزاد چھوڑا گیا۔ جس سے یہ لوگ متاثر ہوئے اور اسلام میں جوق درجوق داخل ہوئے۔ غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کی رواداری اور فیاضانہ سلوک، ان کے اعلیٰ کردار اور کریمانہ اخلاق، راست بازی اور تقویٰ و طہارت نے لوگوں کے دلوں کو موہ لیا تھا۔ اور وہ اپنی نجات اسی میں صاف دیکھ رہے تھے۔ اور پھر 3 ربیع الاول 897ھ بمطابق 2 جنوری 1492ء تک یعنی مسلمانوں کے خروج تک وہاں پر جو تاریخی، ادبی، ثقافتی، اخلاقی، علمی اور سائنسی نشانات، باقیات اور ورثہ مسلمانوں نے چھوڑا ہے، اسی کی بدولت آج یورپ ترقی کے منازل طے کر رہا ہے۔ اب ایک طرف وہاں پر مسلمانوں کی قریباً آٹھ سو سالہ دور حکومت تھی جس میں مسلمانوں کے علاوہ مسیحی اور یہودی بھی خوش و خرم رہے، ان کو تمام تر حقوق حاصل رہے، ان کے مذہب، عبادت، تہوار، تجارت وغیرہ کسی بھی چیز پر کوئی قدغن یا کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں تھی، انہیں اس حوالے سے مکمل آزادی حاصل تھی بلکہ انہوں نے مسلمانوں سے بہت کچھ سیکھ لیا تھا۔ انہوں نے مسلمانوں سے نہ صرف علم، زبان، تحقیق، سائنس، فلسفہ، ثقافت، آرکیٹیکچر وغیرہ سیکھا بلکہ ان سے اخلاق، کردار اور سماجی زندگی کے ساتھ ساتھ سیاست بھی خوب سیکھی۔ تو دوسری طرف مسلمانوں نے انسانی تاریخ میں اپنی روش برقرار رکھتے ہوئے امن و امان اور رواداری کی وہ مثال قائم کر دی جس سے غیر تہی دامن ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں کے خروج کے بعد دنیا والوں نے دیکھا کہ مسیحیت دراصل ایک عسکری قوت کا نام ہے جو گزشتہ آٹھ سو سال سے اسلام کے خلاف برسرِ پیکار رہی ہے۔ اور وہ شمالی افریقہ کے اس حصے میں اپنی عسکری طاقت کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ اسی نے یہودیوں میں مرانو اور مسلمانوں میں موریکاس جیسے گروہ پیدا کئے۔ 1499ء میں تین ہزار مسلمانوں کا بہ جبر واکراہ پتسمہ کیا گیا۔ اسی طرح اسلامی دینیات کے بیش بہا کتابی ذخیرہ کو جلایا گیا۔ مساجد کو کلیساؤں میں تبدیل کر دیا گیا۔ اس کے خلاف 1500ء میں غرناطہ کے مسلمانوں نے بغاوت کی اور ناکام ہونے کی شکل میں الفجارس کے پہاڑیوں میں روپوش ہو گئے۔ مسلمانوں کو آخری بات مسیحیوں نے یہ کہی تھی کہ وہ اگر اپنی جان کی حفاظت اور سلامتی چاہتے ہیں تو وہ اسپین سے نکل جائیں۔ حالانکہ یہ کئے گئے معاہدے کے سراسر خلاف تھا⁸۔ احتسابی عدالتیں قائم کی گئیں تاکہ یہودیوں اور مسلمانوں کو جھوٹے مقدمات میں پھنسا کر اذیت دی جاسکے۔ عدالتوں نے یہ عجیب فارم تیار کیا تھا کہ جس

کے تحت ہر شخص کو یہ ثابت کرنا ہوتا کہ وہ مادر پدر آزاد مسیحی ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی بھی مسلمان یا یہودی کے لیے ایسا کرنا ممکن نہ تھا۔ اس لیے انہیں آگ میں جھونک کر سزائے موت دی جاتی تھی۔ ملزم کو اتوار کے دن جلوس کی شکل میں لا کر جائے سوختنی پر رکھ کر جلا دیا جاتا تھا⁹۔

مسلمانوں کا سنہرا دور

مسلمانوں نے اسپین کو چھ سو سال تک روشنی سے ہمکنار کیا کیونکہ وہ بین الاقوامی تعلقات کی اصل ہیئت اور منہج کو جانتے تھے۔ ان کے سروں پر مذہبی جنون سوار نہیں تھا جو ان کو ناخوشگوار تعلقات پر آمادہ کر سکے۔ مثلاً مسلم اسپین میں مسیحی الفانسو نو نے بغاوت کی تو مسلمانوں نے اس کی بغاوت کو دبا کر اسے پھر سے اسپین کے سماج کا حصہ بنا دیا۔ مسلمانوں سے قرآن، حدیث، فقہ، اصول فقہ، منطق، فلسفہ، تاریخ وغیرہ علوم میں، نہ صرف اندلس نے اندھیرے سے نکل کر روشنیوں کا سفر طے کیا بلکہ مسیحیت اور یہودیت نے بھی علمی دنیا سے خود کو متعارف کروایا۔ اس کا واحد ذریعہ مسلمان ہی تھے، جنہوں نے اپنی فیاضی اور سخاوت اور رواداری کا فقید المثال رویہ رکھا۔ جس کی وجہ سے مسیحی اور یہودی دونوں مسلمانوں کے قریب آئے اور ان سے اول تو عربی زبان سیکھ لی اور پھر دیگر علوم سیکھ لیے، جو ان کی جدید ترقی کا ذریعہ بنا۔ یورپ میں اسلام کی صدیوں موجودگی نے جہاں ہر پہلو پر اپنے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں، وہاں مغربی فکر پر بھی اس کے ناقابل فراموش اثرات تاریخ کا حصہ ہے۔ اسلامی اثرات ہی تھے جن کی وجہ سے مذہبی، تہذیبی، ادبی، علمی، معاشی، معاشرتی و سماجی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے مسیحیوں اور یہودیوں کو نکال کر ترقیوں کی راہ پر گامزن کرایا۔ انہیں پوپ اور پادریوں کی بد معاشیوں سے آزاد کر کر اپنے معبود سے ملا کر احسان کر دیا۔ اسلام کا منطقی نجات مغرب کے لیے خاصا پرکشش تھا۔ اس نے مغربی مفکرین بالخصوص یورپی مفکرین کو بہت متاثر کیا۔ سولہویں صدی کے مفکرین مسئلہ نجات پر بڑی سرگرمی سے بحث کرتے نظر آتے ہیں۔ کلیسا کے قدیم عقیدہ نجات میں وہ نیک اعمال اور خدا کی رحمت کی شمولیت کو بھی ضروری قرار دینے لگے۔ اسلام نے اس غالی قسم مسیحیت پر اس قدر اثر چھوڑا کہ بالآخر ان ہی میں سے ایک مسیحی مفکر مارٹن لوتھر نے کلیسا سے بغاوت کرتے ہوئے اپنا ایک الگ فرقہ بنا لیا۔ لوتھر نے پوپ کی پابندیوں کو لات مار کر 1521ء میں بائبل کا یونانی نسخہ سے جرمنی زبان میں ترجمہ کر کے اسے ستمبر 1522ء میں شائع کیا¹⁰۔ اس کے بعد پھر بائبل کے ترجمے بھی شائع ہوئے اور اس کی تفسیر کی طرف بھی مسیحی علماء متوجہ ہوئے۔ اور یہ سب کچھ جیسا کہ اسکاٹ نے لکھا ہے کہ مسلمانان اندلس کی وجہ سے ممکن ہوا تھا¹¹۔

یورپ ادیان غیر سے متعلق مطالعہ کا روادار نہ تھا، لیکن اسپین میں امام ابن حزم نے پہلی مرتبہ ادیان غیر کا مطالعہ کیا اور الفصل فی الملل و الاہواء و النحل لکھ کر مخالف ادیان کے

عقائد کا تقابل کر کے ان پر رد کیا¹²۔ یہاں سے مغرب میں استشراتی فکر نے جنم لیا۔ اسی طرح اسپین میں ابن عربی کی متصوفانہ افکار نے مغرب کو متاثر کیا۔ مظہر الحق لکھتے ہیں؛

His (Ibn e Arabi's) influence was great. As Browne remarks, no mystic of Islam with the exception of Rumi has passed Arabi¹³ in influence, Fecundity or abstruseness.

"اس (ابن عربی) کا اثر و رسوخ یورپ پر بہت زیادہ رہا ہے۔ جیسا کہ براؤن نے کہا کہ رومی کے علاوہ اسلام کے کسی بھی صوفی کی صوفیانہ اثر و رسوخ ابن عربی سے تجاوز نہیں کیا ہے۔"

ابن خلدون کی کتاب کا اہل مغرب نے شایان شان قدر کیا ہے۔ فلپ کے حتی مقدمہ ابن خلدون کے بارے میں کہتے ہیں کہ ابن خلدون کی شہرت کا دار و مدار اس کی کتاب کے "مقدمہ" پر ہے۔ اس نے مقدمہ میں پہلی مرتبہ تاریخی پیش رفت کا ایک نظریہ پیش کیا، جس میں اخلاقی اور روحانی قوتوں کے ساتھ ساتھ آب و ہوا اور جغرافیہ کے طبعی حقائق کو بھی مانا گیا۔ قومی ترقی اور انحطاط کے قوانین دینے کی حیثیت میں ابن خلدون کو تاریخ کے حقیقی دائرہ کار کی نوعیت کا دریافت کنندہ اور عمرانیات کا حقیقی بانی تصور کرنا چاہیے۔ کسی بھی عرب مصنف بلکہ درحقیقت کسی بھی یورپی مصنف نے کبھی تاریخ کو اس قدر جامع اور فلسفیانہ انداز میں نہیں دیکھا تھا۔ تمام تر نقاد متفق ہیں کہ ابن خلدون اسلام کا عظیم ترین تاریخی فلسفیوں میں سے ایک تھا¹⁴۔ ابن خلدون کے واقعات زندگی اور اخلاق کے لحاظ سے، اس میں اور اٹلی کے مشہور مؤرخ اور فلسفی نیکولو میکاویلی Niccole Machiavelli (م 1527ء) کی کتاب Prince جس کا اردو ترجمہ "بادشاہ" اور "الامیر" سے کیا گیا ہے¹⁵، زیادہ مشابہت پائی جاتی ہے۔ یہ کتاب اطالوی زبان میں لکھی جانے والی یورپ کی پہلی فلسفہ سیاسیات والی کتاب ہے۔ تاریخ اور فلسفہ تاریخ کے ساتھ سیاسیات اور عمرانیات پر مسلمانوں کے یورپ پر اثرات تو قابل ذکر ہیں ہی تاہم اس سلسلہ میں ان کی جغرافیائی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں۔ ڈاکٹر گستاوی بان لکھتا ہے کہ سب سے مشہور عرب جغرافیہ دان اور ایسی ہے اس کی تصنیفات نے جو لاطینی میں ترجمہ ہوئیں، جغرافیہ کا علم یورپ کے ازمینہ متوسط میں پھیلایا¹⁶۔ مسلمانوں نے عالمی سطح کے بہت سے جغرافیہ دان پیدا کیے۔ ان کے اکتشافات اور انکشافات کا عمل صدیوں جاری رہا۔ عہد وسطی کے اس دور میں مسلمانوں نے بے شمار خدمات انجام دیں، مثلاً قدیم مشہور نظریہ یہ تھا کہ زمین چپٹی ہے۔ یورپ والے اپنی کم علمی کی وجہ سے زمین کو چپٹی مانتے تھے۔ جب مسلمانوں نے صرف پچاس سال ریسرچ اور مطالعہ کیا تب وہ جان گئے کہ واقعی زمین گول ہے۔ مسیحی یورپ پندرہویں صدی عیسوی تک زمین کو چپٹی تصور کرتے رہے جب کہ مسلمان اس سے چھ سو سال پہلے اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ زمین گول ہے۔ مسلمانوں کی تحریروں کی وجہ سے یورپ کو یہ معلوم

ہوا کہ واقعی زمین گول ہے نہ کہ چپٹی¹⁷۔ یہ بات اندلسی جغرافیہ دان ابن رستہ (م 903ء) نے اپنی کتاب "الاعلاق النہیہ" میں بیان کیا تھا جو جغرافیہ کا ایک انسائیکلو پیڈیا ہے۔ ابن رستہ نے زمین کی گولائی کے حق میں وہی دلائل دیئے جو آج دیئے جا رہے ہیں¹⁸۔ ابن رستہ کے تقریباً سات سو سال بعد کوپرنیکس نے کہا زمین گول ہے¹⁹۔ مسلمانوں کی لکھی گئیں جغرافیائی کتابیں عربی سے لاطینی، جرمنی، فرانسیسی، اطالوی اور انگریزی زبانوں میں مترجم ہوئیں۔ جن میں یورپ کے نامور مترجمین شامل تھے²⁰۔ یہ تراجم اب بھی فرانس، اٹلی اور یورپ کے دیگر ممالک کی مختلف یونیورسٹیوں میں پڑے ہیں۔ بارہویں صدی عیسوی کے دوران اندلس کے جغرافیہ دانوں کی کتابوں کے تراجم ان میں خاص وقعت رکھتے ہیں۔ الحاصل اندلس کے جغرافیہ دانوں نے علم جغرافیہ پر جو کام کیا دراصل وہی یورپ کی سرزمین پر علم جغرافیہ کی بنیاد بنا اور اسی کام کو لے کر یورپ نے آگے ترقی کر کے جغرافیہ میں نئی نئی شاخیں کھولیں، نئے نئے ایجاد کئے اور نئی نئی راہیں ڈھونڈیں۔ اسی طرح فلسفہ کے میدان میں ابن رشد وہ واحد فلسفی اور مسلم مفکر ہیں جن کے افکار سے ایک محدود مدت تک نہیں بلکہ صدیوں تک مغرب پوری طرح متاثر و مرغوب رہا۔ موجودہ سائنسی دور تک فلسفے پر انہیں سند کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا ہے اور یہ اقرار خود مغربی مفکرین بڑے صاف الفاظ میں کرتے ہیں کہ ابن رشد کا ان پر کتنا بڑا اثر رہا ہے²¹۔ یورپی مؤرخ رینان ابن رشد کی تعریف و توصیف کرنے کے بعد اخیر میں کہتا ہے کہ اسے انسان کے بجائے دیوتا کہا جائے تو بجا ہو گا²²۔ ابن رشد ہے جس کے بارے میں لی بان کہتا ہے کہ وہ عرب فلسفی جس کی تصنیفات کا اثر یورپ پر بہت کچھ پڑا ہے، مشہور ابن رشد ہے۔ عموماً ابن رشد کو محض ارسطو کا شارح خیال کرتے ہیں لیکن میری رائے میں یہ شارح بعض اوقات اپنے استاد پر فوقیت لے گیا ہے²³۔ اندلس میں نئے نظریات میں سے فلسفہ پر کیا گیا یہ کام یورپ میں ایک نیا انقلاب لے کر آیا اور اسی سے اندلس میں متکلمانہ دور کا آغاز ہوا اور جب مسلمانوں نے اس علم میں خوب ترقی کی تو وہاں کے یہودی اور مسیحی حضرات نے بھی اس میں دلچسپی لی اور ان سے خوب استفادہ کیا۔ مسلمانان اندلس نے فلسفیانہ موضوعات کو ایسا خوب سمجھایا کہ اہل مغرب میں، عربی فکر کے ساتھ رابطے کی بدولت، نئی روشناسی کے ذریعے، تحریک یافتہ یورپیوں نے تحقیق و فلسفہ میں دلچسپی لی اور ایک خود مختار اور اپنے ہاں نہایت تیز رو حیات عقلیہ پیدا کی جس کے ثمرات سے آج بھی یورپی لوگ مستفید ہوتے چلے آ رہے ہیں اور ابن رشد کو قدر کی نظر سے دیکھتے ہیں²⁴۔

مسلم اسپین نے قرون وسطی کے یورپ کی عقلی تاریخ میں روشن ترین ابواب میں سے ایک لکھا ہے۔ وہ فلسفہ کو بازیاب کرنے، بڑھانے اور اس طریقے سے آگے منتقل کرنے کا وسیلہ بنے کہ مغربی یورپ کی نشاۃ ثانیہ ممکن ہوئی۔ اس سب میں ہسپانوی اسپین کا حصہ بہت بڑا اور واضح تھا²⁵۔ اس میں کوئی دورائے نہیں کہ مسلمانوں نے اندلس

کو محض بزور شمشیر فتح نہیں کیا بلکہ اہل اندلس کے دل و دماغ کو اپنے دین، اپنی تہذیب، اپنے اخلاق، اپنے کردار اور اپنی زبان کے ذریعے مفتوح کیا۔ اہل اندلس نے مغربی زبان کی شیرینی اور فصاحت سے متاثر ہو کر عربی زبان بہت جلد اور شوق اور دلچسپی کے ساتھ سیکھ لی۔ قابل ذکر بات یہ کہ عربی زبان نہ صرف وہاں کے نو مسلموں نے سیکھ لی تھی بلکہ جو لوگ مسلمان نہ بھی ہوئے بلکہ عیسائی رہے انہوں نے بھی عربی زبان سیکھ لی تھی۔ بلکہ بعض مواقع پر ان سے بھی بڑھ گئے تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جس زبان میں مسیحیوں کا علم دین مدون و مرتب تھا اس کو مسیحی رفتہ رفتہ بھولنے لگے اور اس کی طرف سے غفلت برتنے لگے حتیٰ کہ کلیسا کے بلند مرتبہ عہدے دار بھی صحیح لاطینی زبان سے ایسے نابلد ہو گئے کہ ان پر اہل علم کو ہنسی آتی تھی۔ ان حالات میں عوام الناس سے کیا توقع کی جاسکتی تھی کہ وہ اس معاملے میں سرگرمی دکھائیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ 854ء میں اندلس کے ایک مسیحی مصنف اور قرطبہ کے اسقف الوارد نے اپنے مسیحی ہم وطنوں کے اس رویے کی پرزور الفاظ میں شکایت کی ہے²⁶۔ لی بان موسیو سید یو کا قول نقل کرتا ہے کہ عربوں ہی کی زبان سے جو آٹھویں صدی عیسوی سے بحر متوسط پر قابض تھے، فرانسیسی اور اطالی زبانوں میں اکثر وہ الفاظ اخذ کئے گئے ہیں، جو جہاز رانی اور بحری انتظام سے متعلق تھے۔ یہ بھی قرین قیاس ہے کہ یورپ میں جس وقت باقاعدہ فوجیں قائم ہونے لگیں تو افسروں کے نام اور لڑائی میں نعروں کے الفاظ بھی عربوں ہی سے لیے گئے اور انتظام مملکت سے متعلق اصطلاحیں بھی بغداد اور قرطبہ سے اخذ کی گئیں۔ فرانس کے تیسری صدی کے بادشاہ مکمل طور پر عربوں کے مقلد تھے، اسی لئے شکار کے متعلق اکثر الفاظ عربی الاصل ہیں²⁷۔ بایں ہمہ امویوں اور اندلسی عربوں کی نگاہیں برابر مشرق کی طرف لگی ہوئی تھیں جہاں ان کا قومی، مذہبی، لغوی اور دینی ادب کا مرکز موجود تھا۔ یہ ان کی دیکھا دیکھی اور رہنمائی میں قدم بڑھاتے تھے۔ وہاں کے اہل علم سے یہ لوگ استفادہ کرتے اور مدد حاصل کرتے تھے۔ اس لیے انہوں نے مدرسے اور یونیورسٹیاں بنائیں۔ پبلک لائبریریاں کھولیں۔ تصنیف و تالیف کی تحریک کو تیز گام کیا۔ ادبی سرگرمیاں جاری کیں جن میں مناظرے، قصہ گوئی، مشاعرے اور موسیقی کی محفلیں شامل تھیں اور یوں علوم و فنون کو بام عروج تک جا پہنچایا۔ اندلس کی یونیورسٹیوں میں دور دور سے لوگ آکر داخل ہو جاتے اور علم و ہنر کے گوہر بے بہا بن کر نکل جاتے تھے۔ اور یہ سارے علوم عربی میں ہوتے تھے۔ کیا عوام کیا خواص سبھی علم کے رسیا تھے۔ تمام تر علوم عقلیہ و نقلیہ پر عام گھروں کے کتب خانوں کے علاوہ بڑے بڑے قابل ذکر سینکڑوں کتب خانوں میں ہزاروں علماء کی لاکھوں کی تعداد میں کتابیں موجود تھیں۔ ایک ایک عالم کی تاریخ اور اس کی کتابوں کا تذکرہ کیا جائے تو صفحات کے صفحات سیاہ ہو جائے۔ صرف ابن خطیب قرطبی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کی گیارہ سو تصانیف تھیں۔ ابن حسن فلسفہ اور فقہ کی چار سو پچاس کتابوں کے مصنف ہیں۔ ایک اور مصنف اسی ہزار بار یک لکھے ہوئے صفحات اپنی تصانیف کے چھوڑ

گئے ہیں۔ کسی لغت کی کتاب جسے انسائیکلو پیڈیا اور دائرۃ المعارف کہا جاتا ہے، کا پچاس جلدوں میں ہونا کوئی معمولی بات نہ تھی²⁸۔ سکاٹ کہتے ہیں کہ اس عربی زبان نے یورپ پر بڑا اثر چھوڑا ہے، خاص کر یورپ کے محاورات پر بلکہ تمام تر ادب پر گہرا اثر اور مستقل اثر ڈالا ہے۔ انگریزی زبان کے سب سے زیادہ روزمرہ کے اصطلاحات، بغیر تبدیلی کے اسی زبان سے لیے گئے ہیں۔ اب تک ہماری زبان انگریزی میں موجود ہیں۔ فرینچ یعنی فرانسیسی زبان کے اکثر الفاظ و محاورات زبان عربی سے ماخوذ ہیں۔ سپینی زبان کو تو بگڑی ہوئی عربی کہا جاتا ہے۔ عربی کا اثر اطالوی، یونانی، جرمی، لاطینی اور فرانسیسی زبانوں پر تو لا محال، اسپین سے ایک ہزار میل دور انگریزی زبان پر بھی پڑا جس میں عربی زبان کے سینکڑوں الفاظ موجود ہیں۔ تو یہ نتیجہ یہ نکلا کہ قریب کی زبانیں اسپینی، فرانسیسی، اطالوی اور جرمنی بہت زیادہ متاثر ہوئی ہوں گی²⁹۔ ان کے یہاں جو تمثیلات کی بھرمار ہے اس کی اصل وجہ صرف یہ ہے کہ اس جزیرہ نما میں نو سو برس تک یہی زبان بولی جاتی رہی تھی³⁰۔ زبان کی اس وسعت نے شعراء و ادباء کے لیے ایک نہایت بڑا وسیع میدان پیش کیا جس کی وجہ سے شاعری اور نثر کے جوہر کھلے اور اس کی دیکھا دیکھی اہل یورپ نے بھی اپنے علمی احساس کو جگایا اور اسی میدان میں کود پڑے۔ اس کے بعد ان میں جس قدر ڈرامے، شاعری، نثر نگاری اور قصص نظر آتے ہیں، یقیناً یہ سب کچھ مسلمانوں کے اس عربی ادب کا نتیجہ تھا جو انہوں نے اپنے دور عروج میں یورپ پر چھوڑا تھا۔ یہی وہ زمانہ جہاں سے یورپ کے مظلمانہ دور کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور ان کے ایک نئے دور کا ابتداء ہوتا ہے۔ اس لیے بجائے الزام دینے کے، یورپ کو اندلسی مسلمانوں کا احسان ماننا چاہیے اور ان کا جتنا ہو سکے، شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ انہوں نے اہل یورپ کو جہالت کے اندھیروں سے باہر نکالا۔ خاص کر ادبی اور علمی اجالوں سے یورپ کو منور کر دیا اور ایسا منور کیا کہ آج سینکڑوں سال بعد بھی وہ روشنی گئی نہیں بلکہ روز افزوں بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ سکاٹ مزید لکھتے ہیں کہ "یہ اندلس کے مسلمانوں کا احسان ہے کہ انہوں نے یورپ کو بہت سارے علوم سے روشناس کرایا اگر عرب نہ ہوتے تو بہت سارے انکشافات معرض خفا میں رہتے اور بہت سارے تفحصات کا کسی کو خیال بھی نہ رہتا۔ اور یہ صرف ایک علم تک محدود نہیں تھا بلکہ ہر علم و فن کے میدان میں انہوں نے یورپ کی رہنمائی کی"³¹۔ مسلم ثقافت مختلف سمتوں سے تاجروں، سیاحوں، علماء و طلباء اور خصوصاً ہسپانیہ اور سسلی (صقلی) کے عوام کے ذریعے مغرب پر اثر انداز ہونے لگی۔ مغرب میں مسلم ثقافت کے اثر و نفوذ کا اندازہ ان عربی الفاظ سے بخوبی ہو سکتا ہے جو لاطینی اور دیگر یورپی زبانوں میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ سائنس (Science)، فلکیات (Astronomy)، ہندسہ (Geometry)، کیمیا (Chemistry)، طب (Medical)، عطاری (Pharmacy)، ٹیکنالوجی (Technology) اور فلسفہ (Philosophy) میں عربی

الفاظ اور اصطلاحات کی بکثرت موجودگی اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ علمی اور ادبی سطح پر مسلم ثقافت نے بھرپور انداز میں مغرب کو متاثر کیا ہے۔ ہسپانوی مؤرخ کاسترو نے بڑی تفصیل کے ساتھ اپنے ملک پر مسلم اثرات کی نشاندہی کی ہے³²۔

خلاصہ

جیسا کہ یہ بات عیاں ہے کہ مغرب عہد و سبطی میں علوم و فنون سے بے بہرہ تھا۔ لکھنا پڑھنا صرف کلیسا کا کام تھا، معاشرے کے دیگر طبقات کے لیے اس کی نہ اہمیت تھی اور نہ ضرورت۔ محنت کش اس سے بیگانہ تھے، دوسری طرف تمام مسلمان علم و فن کی روشنی سے منور تھے۔ مسلمانوں نے ساری دنیا سے علم و فن کے جوہر چن کر عربی کے خزانہ علم میں جمع کر دیئے تھے۔ کلیسا ان علوم سے منتظر اور خائف تھا، انہیں جزو اسلام تصور کر کے اس نے علوم کو شجر ممنوعہ قرار دے دیا تھا۔ ممانعت اور پابندی کے باوجود یہ علوم آہستہ آہستہ روشنی کی طرح اسپین اور سسلی میں سرایت کرنے لگے³³۔ اسپین سے مسلمانوں کی بے دخلی کے بعد بھی اسلامی فکر کے اثرات یورپ پر نمایاں رہے۔ سن 1708ء-1718ء کے درمیان سائنس اور کلمے نے اپنی کتاب "ہسٹری آف سارینکس" لکھی، جس نے اسلامی تاریخ کے علم کو مزید قابل رسائی بنانے کی کوشش کی۔ یورپ میں جتنی یونیورسٹیاں آج قائم ہیں، ان کی بنیاد بارہویں صدی عیسوی میں اسلامی عہد میں رکھی گئی تھی³⁴۔ آج یورپ میں جو سائنس کی چکاچوند نظر آرہی ہے اور وہ سائنس کی بدولت دنیا پر حاوی ہیں اسکی بنیاد بھی مسلمانوں نے ہی رکھی تھی۔ سائنس کے مختلف شعبوں میں مسلمانان اندلس نے وہ کارنامے انجام دیئے جو یورپی سائنسدانوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہوئے۔ مسلمانوں کے ان کارناموں کو پیش نظر رکھتے ہوئے یورپی سائنسدانوں نے جدید سائنس اور ٹیکنالوجی میں خوب ترقی کی³⁵۔ اس لیے یہ کہنا مناسب ہو گا کہ جدید سائنس کے ماہرین بے شک یورپین ہیں تاہم اس کے اصل بانی یہ ہرگز نہیں بلکہ مسلمانان اندلس ہیں۔ اس لیے آج یورپ جس ترقی پر نازاں ہے، اس کے پیچھے مسلمانوں کا وہ سنہرا دور ہے، جو علمی، تاریخی، جغرافیائی، سیاسی، سماجی، ادبی، لسانی، ثقافتی، عسکری، سائنسی الغرض تمام تر شعبہ جات کو مشتمل تھا۔ ان مسلمانوں سے یورپیوں نے سیکھ کر ہی آگے قدم اٹھانے کی ہمت کی اور ترقی کے منازل طے کیے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس حقیقت کو مغرب بھی تسلیم کرتا ہے اور ان لوگوں کو اس بات کا بخوبی علم ہے کہ یہی سے ان کی ترقی شروع ہوتی ہے، اگر پتہ نہیں تو آج کے بے خبر مسلمان کو نہیں کہ ان کے آباء و اجداد نے ہی آج کی جدید سائنس کی بنیاد رکھی تھی لیکن بد قسمتی سے اسے غیر نے اپنایا اور بام عروج تک پہنچایا جبکہ مسلمان نے اپنا ماضی بھلا کر سارا کریڈیٹ ان مغربی سائنسدانوں کو دیا جنہوں نے ان کے اسلاف سے یہ علم پایا تھا۔ کاش آج کا نوجوان مسلمان اس بات پر غور کرے، اس بابت مطالعہ کرے اور اس بات کو سمجھنے کی کوشش کرے کہ کیونکر یہ پیچھے رہ گئے حالانکہ ایک وقت تھا جب

پوری دنیا پر ان کا ڈنکا بجتا تھا، اور خود کو مخاطب کرے کہ؛ تھے تو آباء وہ تمہارے ہی پر تم کیا ہو۔۔۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو۔۔۔؟

حوالہ جات

- ¹ خليل إبراهيم السامرائي، تاريخ العرب وحضارتهم في الأندلس، بيروت: دار الكتاب الجديد المتحدة، 2001م، ص 16
- ² Isadora of Seville, **History of Goths, Vandals, and Suave**, p.35
- ³ ریاست علی ندوی، تاریخ اندلس، لاہور: دارالعلم، 2004ء، ص 27
- ⁴ S. Katz, **The Jews in the Visigoth and Frankish Kingdoms of Spain and Gaul**, (New York: 1970.), pp. 3-5, 11
- ⁵ Katz, op. cit., p. 127
- ⁶ المقري (م 1041ھ)، **نفع الطيب**، بيروت: دار العلم 1397ھ: ص 240
- ⁷ Philip k Hitti, **History of the Arabs**, (New York: Red glob publisher, 2002.), p. 698
- ⁸ Al-Maqri, **History of Muhammdan Dynasty**, p.268-269
- ⁹ Charles E Chapman, **A History of Spain**, p. 222
- ¹⁰ Metzger Bruce, **Manuscripts of the Greek Bible; All Introduction to Paleography**, (Oxford: Oxford Uni press, 1981.), p.52
- ¹¹ S.P. Scott, **The History of Spain**, 3: 455-356
- ¹² دكتور محمد علی حمایہ، ابن حزم و منهجه فی دراسة الادیان، بیروت: دارالمعارف، 1983م، ص 8
- ¹³ Mazharul haq , **A short History of Muslim Spain**, p. 443
- ¹⁴ فلپ کے حتی، تاریخ عرب (اردو مترجم یاسر جواد)، لاہور: الفیصل تاجران 2015ء، ص 452
- ¹⁵ ڈاکٹر میر ولی محمد نے 1912ء میں اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا تھا جبکہ ڈاکٹر محمود حسین نے "بادشاہ" کے نام سے اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا ہے جس کو مکتبہ جامعہ دہلی نے پہلی بار 1947ء میں شائع کیا تھا اور اب فکشن ہاؤس لاہور نے چھاپا ہے۔
- ¹⁶ ڈاکٹر گستاوی بان، تمدن عرب، ص 271-272
- ¹⁷ پروفیسر ارشد جاوید، مسلمانوں کا ہزار سالہ عروج، ص 132
- ¹⁸ ابن رستہ، **الاعلاق النفیسة**، 1: 241
- ¹⁹ ڈاکٹر جان ولیم ڈریپر، **معرکہ مذہب و سائنس**، مترجم ظفر علی خان، لاہور: الفیصل ناشران، ص 264
- ²⁰ Nafis Ahmad, **Muslim Contribution to Geography**, p.139
- ²¹ Toynbee, **A Study of History**, 10: 248

²² موسیورینان، ابن رشد و فلسفہ ابن رشد، ص 62

²³ ڈاکٹر گستاوی بان، تمدن عرب، ص 257

²⁴ مذکور

²⁵ فلپ کے حتی، تاریخ عرب، ص 443

²⁶ سید محمد احمد، تاریخ اسپین، لاہور: مشتاق بک کارنز، 2010ء، ص 562

²⁷ مذکور، ص 255-256

²⁸ عنایت اللہ، تاریخ اندلس، 3: 368

²⁹ برق، یورپ پر اسلام کے احسان، ص 130-131

³⁰ S.P. Scott, **History of Moorish Empire in Europe**, 3: 443

³¹ Ibid, 3: 408-411

³² A Castro, **The Structure of Spanish History** , p 128

³³ ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی، مستشرقین مغرب کا انداز فکر، ص 116

³⁴ Ibid, p.1

³⁵ تفصیل کے لیے دیکھیے؛

Dr. Ahmad Y. Al-Hassan, **Transfer of Islamic Science to be the West**, (Manchester: FSTC Limited, 2006.), p.2-30